مومن کے خصائل

جناب سید اسعد گیلانی صاحب - ایم - اے

ایک مسلمان کے لیے اسلام کو صرف تسلیم کر لینا ہی کافی نہیں ہے۔ فی الحقیقت اسے اسلام کی اطاعت کرنے سے ہی حقیقی اور سچا مسلمان کہا جا سکتا ہے۔ اسلام مسلمانوں کی ایک خاص انداز میں تربیت کرنا چاہتا ہے تاکہ وہ دُنیا میں اصلاحِ انسانیت کے خصوصی فرائض سر انجام دے سکے۔ اسلام مسلمان کو خالقِ کائنات کی اطاعت گزار مخلوق بنانا چاہتا ہے۔ وہ اسے شعور کے ساتھ خالقِ کائنات سے وابستہ کرنا چاہتا ہے۔

اِس کائنات کی سب سے بڑی حقیقت یہ ہے کہ اِس کائنات کا ایک خالق، مالک، آقا و پروردگار ہے اور وہی اس کا مستحق ہے کہ اس کی بندگی اور پرستش کی جائے اور اس کی مخلوق کا اس کے ساتھ سب سے سچا اور حقیقی تعلق بھی یہی ہے کہ وہ اپنے مالک اور خالق کی بندگی اور اطاعت کرے۔ اس بات کو خالق و مالک نے اپنی کتاب میں خود بیان کیا ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ○

"ہم نے جنوں اور انسانوں کو اپنی بندگی کے لیے پیدا کیا ہے۔"

چنانچہ انسانی زندگی کے تمام کاموں میں سب سے بڑا اور اہم کام یہی ہے کہ کائنات کے خالق کی اطاعت و عبادت کی جائے اور انسانی کارناموں میں سے سب سے بڑا کارنامہ بھی یہی ہے کہ دُنیا کے لوگوں کو مالک کے آگے جھک جانے اور اس کی بندگی بجا لانے کی دعوت دی جائے۔ بندگیٔ رب کی دعوت دینے والوں میں سب سے زیادہ محترم، معزز اور مقدس گروہ انبیاء کا گروہ

رہا ہے جس کے افراد اپنے اپنے دور اور اپنی اپنی قوموں میں مسلسل اور پیہم آتے رہے ہیں اور ایک ہی بات کی طرف سارے انسانوں کو بار بار دعوت دیتے رہے ہیں۔

يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ

"اے برادرانِ قوم اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی خدا نہیں ہے"۔

اِس طرح انسانوں میں سب سے زیادہ معزز، معتبر، محترم اور مقدس گروہ انبیاء کے کام کا مرکزی نکتہ ہمیشہ یہی رہا ہے کہ انسانوں کو خدا کی بندگی کی طرف بلایا جائے، اس لیے کہ کائنات کی سب سے بڑی صداقت یہی ہے کہ انسان خدا کا بندہ اور غلام ہے اور انسانوں کی طرف سے اس حقیقت کا اعتراف سب سے بڑی صداقت کا اعتراف و اظہار ہے۔ یہی دعوت انبیاء کے ساتھی یا ان کے راستے پر چلنے والے صالحین بھی اپنے اپنے وقت میں دیتے رہے ہیں۔ اس لیے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ خدا کی نظر میں انسانیت کی ہدایت، رہنمائی اور بھلائی کا سب سے بڑا کام یہی ہے کہ انسانوں کو خدا کی بندگی کی طرف بلایا جائے۔ سائنٹیفک دریافتیں، مشینوں کی ایجاد، تعلیمی اور رفاہی ادارے، امدادی انجمنیں، امن کی سلامتی اور لوگوں کی بہبود کے سارے کام بھی اسی صورت بامعنی نتیجہ خیز اور انسانیت کی حقیقی خدمت کا ذریعہ بن سکتے ہیں جب خدا کی ہدایت اور اطاعت کے ساتھ ہوں، ورنہ فساد کے بے شمار راستے پیدا ہو جاتے ہیں۔ بغرض دعوتِ دین کے اس کام کے آگے دوسرے سارے کام ہیچ و لیست اور دوسرے درجے کے کام ہیں۔ خدا کی نظر میں سب سے اعلیٰ و ارفع اور دنیا و آخرت میں انسانیت کی بھلائی اور بہبود کا عظیم کام بندگیٔ رب کی طرف خدا کے بندوں کو دعوت دینا ہے۔ مسلمان کو ایک ملت اور گروہ کی حیثیت سے اسی کام کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ اسی لیے قرآن نے مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہا ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ۔

"تم وہ بہترین گروہ ہو جسے خلقِ خدا کی ہدایت کے لیے اٹھایا گیا ہے، تاکہ تم انسانوں کو نیکی کا حکم دو، برائیوں سے روکو، اور خدا کی اطاعت کا کلمہ بلند کرو"۔

اِس مقصد کے لیے انبیاء کی تربیت تو اللہ تعالیٰ اپنے مخصوص ذرائع سے خود کرتا ہے کبھی انفس و آفاق میں آیاتِ الٰہی دکھا کر، کبھی فرعون کے گھر میں پرورش کے بعد، پھر بکریاں چروا کر، کبھی کنویں اور جیل کے راستے سے تختِ شاہی تک پہنچا کر، اور کبھی غار و ہجرت کے مراحل طے کر کے، غلبۂ نظامِ اسلامی تک لے جا کر۔ لیکن انبیائے کرام کے بعد جن لوگوں نے بھی دعوتِ حق کا کام کرنا ہو، انہیں ایک خاص نوعیت کی صلاحیت پیدا کرنے کے لیے ایک مخصوص طرز کی تربیت کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ تربیت علمی بھی ہوتی ہے اور عملی بھی۔ اس کے بغیر دعوتِ دین کا کام احسن طریقے سے سرانجام دینا ممکن نہیں ہے۔ اسلام یہ دونوں قسم کے خصائل مسلمان میں پیدا کرنا چاہتا ہے۔

علمی صلاحیت

کوئی شخص جب تک یہی نہ جانتا ہو کہ حق کیا ہے اور اس کا معیار کیا ہے، اس کی شناخت اور اس کی پہچان کیا ہے؟ اس کے خدوخال اور اس کا حدود اربعہ کیا ہے۔ وہ کس چیز سے منع کرتا ہے اور کون سا کام کرنے کا حکم دیتا ہے، اس وقت تک اس کے لیے نہ یہ معلوم کرنا آسان ہے کہ حق کیا ہے اور نہ دوسروں کو باور کرانا ممکن ہے کہ وہ حق ہی پیش کر رہا ہے، حق کے نام پر کوئی اور چیز نہیں پیش کر رہا ہے۔ اس لیے دعوتِ دین کے لیے حق طلبی، حق شناسی، حق آگاہی اور حق پرستی ساری صفات ضروری ہیں جو شخص دعوتِ دین کا یہ کام کرنا چاہے اُسے اپنے اندر کچھ صلاحیتوں کو پیدا اور بیدار کرنا ضروری ہے چنانچہ علمِ حق کا حصول مسلمان کے لیے لازم ہے۔

احساس و شعور کی بیداری

ایک مسلمان کے لیے پہلے ہی قدم پر یہ احساس و شعور بیدار کرنا بھی انتہائی ضروری ہے کہ وہ ایک فلاحِ انسانیت پر مبنی نظام کا نمائندہ ہے اور دین کی دعوت لے کر اُٹھا ہے۔ اس لیے اسے سب سے پہلے اسی دین کو اپنی ذات پر بھی نافذ کرنا ہے۔ یہ اس سے اس کے دین کا سب سے پہلا تقاضا ہے۔ اگر وہ دین کے اس مطالبے کو پورا کرنے سے عاری ہے تو جس جس پہلو سے وہ دین کا تقاضا پورا نہیں کرتا، اسی اسی پہلو سے اس کی دعوت کا مخاطب بھی اس کی دعوت کی طرف سے غیر متاثر، بے نیاز اور بے پروا رہتا ہے، اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی ذات کو حق کی ترازو میں تولے، اور اس کی کمی بیشی کو پورا

کرنے کی اپنی سی کوشش کرے۔ اپنی طرف دیکھنا، اپنی ذات پر خود گرفت کرنا اور اپنی ذات کو لاکر اپنے ضمیر کے سامنے کھڑا کرنا اور ضمیر کی ترازو میں تولنا دعوتِ حق کا آغاز ہے۔ یہ ایسے ہی ہے کہ جیسے کوئی شخص جہاد پر جانے سے پہلے اسلحہ کی جانچ پڑتال کرے۔ غرض اس کے لیے ایک باشعور اور بیدار مغز ضمیر مطلوب ہے اور بیدار ضمیر کی پہچان یہ ہے کہ وہ نیکی پر خوش ہوتا اور بدی پر آزردہ اور نادم ہوتا ہے۔ مسلمان کا ضمیر بیدار ہونا چاہیے۔

حضرت عمرؓ کا اپنی بہن فاطمہؓ سے مار پیٹ کا واقعہ ان کے اندر احساس وشعور کی کروٹ کا واقعہ تھا۔ جب انھوں نے دیکھا کہ ان کی کمزور بہن جو کبھی ان کی کسی بات کے سامنے اُف نہیں کرتی تھی، ایک خاص معاملہ میں ان کے سامنے ڈٹ گئی ہے۔ اور یہ تک کہہ گزری ہے کہ "عمر جو چاہے کر لو لیکن اب اسلام دل سے نہیں نکالا جاسکتا"۔ تو اُن کی بہن کا یہ پُرعزیمت جملہ اور ناقابلِ شکست رویہ ان کے اندر احساسِ خیر کی بیداری کا باعث بن گیا۔ اُن کے اندر عمر فاروق نے کروٹ لی۔ اور انھوں نے محسوس کیا کہ اسلام کوئی خاص چیز ہے جس نے ان کی بہن کو اتنا قوی کر دیا ہے کہ وہ اب اپنے بھائی کی پروا کرنے سے بھی بے نیاز ہے۔ اپنی بہن کی یہی جرأت آمیز بات ان کے اندر قبولِ حق کے لیے چنگاری کا کام کر گئی۔ اس کے علاوہ اگر کوئی شخص حضورؐ اکرم کے ارشاد کے مطابق اپنے پانچ نکاتی جائزے کا خود اہتمام کرے کہ:

— وہ اپنی عمرِ عزیز کس کام میں صرف کر رہا ہے؟
— اپنا علم کس مقصد کے لیے کام میں لا رہا ہے؟
— اپنی آمدنی کو کہاں کہاں سے سمیٹ رہا ہے؟
— اپنی آمدنی کو کس کس راستے میں صرف کر رہا ہے؟
— اور اس کی جسمانی اور ذہنی توانائیاں کس کس جگہ کام کر رہی ہیں اور یہ کہ ان سب چیزوں میں اس کے خدا کا کتنا حصہ ہے۔

تو یہ جائزہ ہی اس کے اندر اخلاصِ نیت، خشیتِ الٰہی اور دینِ حق کے لیے کام کرنے کا عزم پیدا کر دے گا۔ اور وہ ذہنی طور پر دنیا میں ایک مسلمان کی حیثیت سے کام کرنے کی خوبی سے آراستہ ہو جائے گا۔

نیت کی درستی

احساس کی بیداری کے بعد ایک مسلمان کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اللہ کے دینِ اسلام کے لیے کام کرنے کی نیت اور ارادہ کرے۔ جب تک آدمی نیت کر کے خدا کے کام کی طرف رجوع نہ کرے اُس کا دل و دماغ اور اس کی توانائیاں سمتِ منزل اور ہدف سے محروم رہتی ہیں۔ اسلام میں نیتِ خیر کا مسئلہ عملِ خیر سے پہلے بہت اہمیت رکھتا ہے۔ نیت کی خوبی عملِ خیر کو تقویت پہنچاتی ہے۔ اس میں خلوص اور بے لوثی پیدا کرتی ہے۔ اِس کام کو بہتر انجام تک پہنچاتی اور انسان میں عزم اور صبر پیدا کرتی ہے۔ نیت کے بغیر کوئی بھلائی بھی پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچ سکتی۔ اس لیے ایک مومن کو یہ طے کرنا بہت ضروری ہے کہ وہ اپنے اللہ کی بندگی کی دعوت اللہ کے بندوں تک پہنچانا چاہتا ہے۔ اور اس کے اللہ کا اس کے ذمے یہ حق ہے کہ جسے ادا کیے بغیر اس کا فریضۂ بندگی ادا نہیں ہوتا۔ یہ وہ اجتماعی کام ہے جسے سرانجام دیے بغیر انفرادی نیکی میں بھی استحکام اور استقلال پیدا نہیں ہوتا۔ ایک داعی میں یکسوئی کے ساتھ یہ جذبہ شدید ہونا چاہیے کہ وہ اپنے مالک کے دین کی دعوت اس کے تمام بے خبر اور گم کردہ راہ بندوں تک پہنچائے گا۔ اور اس میں اپنی بہترین صلاحیتیں اور قوتیں بہترین انداز میں کھپائے گا۔ اس راستے میں آنے والی مشکلات سے ہرگز نہیں گھبرائے گا۔ اس لیے کہ مشکلات تو راستے کا زادِ راہ ہیں، مصائب اس راستے کا زادِ سفر ہیں۔ اور مخالفتیں اس راستے کا دستور ہیں۔ غرض ایک مسلمان اور ایک داعیِ حق کی پہچان یہی ہے کہ وہ حق و صداقت کا پیغام لے کر خدا کے بندوں کی طرف جاتا ہے۔ اور اگر ان کی طرف سے مزاحمت، مخالفت گالی گلوچ، مار پیٹ، اور پتھر بھی برسیں تو وہ ان سب کو برداشت کرتا ہوا نتائج کو اپنے مالک کے حوالے کر دیتا ہے اور اس کام سے کسی رکاوٹ کے سبب بھی کبھی باز نہیں آتا۔

(باقی)